ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

امام ابوالقاسم السہیلی اور ان کی کتاب الروض الانف

اسلامی اندلس کی علمی و ادبی تاریخ میں جو نام بےحد عزت و احترام کا استحقاق رکھتے ہیں ان میں سے ایک امام ابو القاسم عبدالرحمن بن عبداللہ بن احمد بن أصبغ بن حسین بن سعدون بن رضوان بن فتوح الخثعمی السہیلی الاندلسی المالکی بھی ہیں جن کی کنیت ابو زید اور ابوالحسن بھی مذکور ہے تاہم وہ امام ابوالقاسم السہیلی کی حیثیت سے ہی آسمان شہرت کا ایک ستارہ بن کر چمکے[1]، ابن خلکان نے لکھا ہے کہ امام سہیلی مشہور و عظیم قبیلہ بنی خثعم بن انمار سے تعلق و نسبت رکھتے تھے، اندلس کے شہر مالقہ کے قریب ایک چھوٹا سا گاؤں تھا جسے عربوں نے بسایا تھا اور مشہور ستارہ ''سہیل'' کے نام سے موسوم کیا تھا کیونکہ یہ ستارہ پورے اندلس میں کسی مقام پر دکھائی نہیں دیتا تھا جسے عرب ستارہ شناسوں کے ہاں بہت اہمیت حاصل تھی، مالقہ کے قریب ایک پہاڑی تھی جس کی چوٹی سے ہی یہ ستارہ دکھائی دیتا تھا چنانچہ اسی پہاڑی کے دامن میں عربوں نے ستارہ ''سہیل'' کے نام سے بستی آباد کر دی تھی اور یہ پہاڑی اس بستی پر یوں جھکی ہوئی تھی جیسے اسے جھانک رہی ہو[2]! اسی بستی میں امام ابوالقاسم السہیلی ۵۰۸ھ میں پیدا ہوئے جنھوں نے عربی زبان و ادب، تاریخ، حدیث اور نحو کے علاوہ سیرت نبوی کے مطالعہ و تحقیق میں بھی شاندار خدمت انجام دی بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ ان کی شہرت عام اور بقائے دوام کا اصل سبب ہی سیرت نبوی کے موضوع پر ان کی کتاب ''الروض الانف'' ہے۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ کی ابتدائی تعلیم ان کی جائے پیدائش ''سہیل'' میں ہوئی، پھر وہ اشبیلیہ اور مراکش کے اہل علم سے بھی مستفید ہوئے، انھوں نے اپنے زمانے کے جن اہل علم سے استفادہ کیا ان میں سے چند ایک نام یہ ہیں:
(۱) ابو داود سلیمان بن یحیی بن سعد الاندلسی (۲) ابو علی منصور بن الخیر (۳) ابو عبداللہ بن معمر (۴) امام قاضی ابو بکر عبداللہ ابن العربی الاندلسی (۵) ابو عبداللہ ابن مکی (۶) ابو عبداللہ ابن النجاح الذہبی (۷) ابو بکر بن طاہر (۸) ابو مروان بن بونہ (۹) ابو عبداللہ ابن اخت غانم (۱۰) ابو بکر بن فندلہ (۱۱) ابو الحسین علی بن طراوہ[2]۔

۱- وفیات الاعیان ۱ : ۳۰۲، تکملۃ ۲/۲۷۱-

۲- حوالہ سابق -

امام سہیلی سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے جن میں ملوک الطوائف میں سے بطلیوس کے بادشاہ المتوکل بن المظفر بن المنصور ابن الافطس کے علاوہ ابو الحسن الغافقی ، احمد بن یحیی الضبی صاحب بغیۃ الملتمس ، الرندی ، ابو محمد ابن حوط اللہ اور ابو سلیمان بن حوط اللہ بھی شامل ہیں[1] ۔

امام ابوالقاسم السہیلی رحمۃ اللہ علیہ تاریخ اسلام کے ان نادرہ روزگار اہل علم میں سے تھے جو ظاہری بصارت سے محروم ہونے کے باوجود صرف باطنی بصیرت کے طفیل عظیم الشان علمی کارنامے انجام دے کر دنیا کو محو حیرت کر گئے ، اسلام کا یہ عظیم فرزند نابینا ہونے کے باوجود تعلیم و تدریس اور تصنیف و تالیف کے ذریعے انسانیت کی خدمت انجام دیتا رہا ۔

اندلس کا عظیم تذکرہ نگار علامہ ابن الابار اپنی کتاب تکملہ میں السہیلی کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتا ہے[2] :

و کان عالما بالقراءات و اللغات و العربیة و ضروب الاداب ، حافظا للسیر و الاخبار و الانساب ، اماما فی الحفظ و الذکر و الادراک ، مقدما فی الفهم و الفطنة و الذکاء ، له حظ و افر من قرض الشعر و التصرف فی فنون من العلم ، یغلب علیه علم العربیة و الغریب و تصدر للاقراء و التدریس و إسماع الحدیث فبعد صیته و جل قدره و کان من أهل الروایة و الدرایة :

یعنی : ''امام سہیلی قرائت و تجوید ، لغت و السنہ ، عربی زبان اور اصناف ادب کے عالم تھے ، سیرت و تاریخ اور تراجم و انساب کے حافظ تھے ، حفظ حدیث ، یادداشت اور بصیرت میں امام مانے جاتے تھے ، فہم و فراست اور ذہانت و فطانت کا انھیں حظ وافر میسر آیا تھا ، شعر و شاعری اور مختلف فنون علم و ادب میں ان کا اپنا مقام تھا ، تاہم عربی زبان اور غریب لغت ان کا خاص موضوع تھا ، وہ تعلیم و تدریس اور روایت حدیث کے لیے منصب صدارت پر فائز ہوئے تو ان کی شہرت دور دور تک پھیل گئی اور قدر و منزلت بڑھ گئی، ان کا شمار ان علماء میں ہوتا تھا جو روایت کے ساتھ درایت میں بھی دست رس رکھتے تھے'' ۔

سہیلی رحمۃ اللہ علیہ ایک مدت تک اپنے شہر کے قاضی القضاۃ بھی رہے ، ان کی قوت فیصلہ، جودت رائے ، عدل گستری اور حسن سیرت سے طالبان انصاف کو اطمینان کی دولت نصیب ہوئی اور اسلام کے جلیل القدر قاضیوں میں شمار ہوئے۔

امام ابوالقاسم السہیلی کی تصانیف میں سیرت ابن ہشام کی شرح الروض الانف کے علاوہ مندرجہ ذیل مؤلفات کے نام بھی ملتے ہیں : (۱) التعریف و الاعلام فیما

۱- نکت الهمیان ، ص ۱۸۷ -

۲- تکملة ۱ : ۵۷۱ -   ۳- ایضاً -

أبهم فی القرآن من الاسماء الاعلام (۲) القصیدة العینیة (۳) نتائج الفکر و النظر (۴) شرح آیة الوصیة فی الفرائض (۵) مسئلة رؤیة اللہ و رؤیة النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام (٦) شرح الجمل للزجاجی (۷) مسئلة السر فی عور الدجال (۸) مسائل مستغربة فی فنون شتی (۹) الاستدراک علی الاستیعاب لابن عبدالبر ۔

امام سہیلی عمر بھر مالقہ کے قصبہ سہیل میں نہایت قناعت پسندی و نیک دلی کے ساتھ پاکیزہ زندگی گذارتے رہے اور قرطاس و قلم کی خدمت کے ساتھ ساتھ تشنگان علم کی پیاس بھی بجھاتے رہے ، ان کے علم و تقوی کی شہرت جب شاہ مراکش تک پہنچی تو از راہ قدر دانی انھیں مراکش بلا بھیجا ، سہیلی جب وہاں پہنچے تو بادشاہ نے بے حد عزت کی اور انعام و اکرام سے نوازا ، یہیں ۵۸۱ھ میں بہتر سال کی عمر میں وفات ہوئی اور مراکش شہر کے مشہور دروازے (باب الرب) سے باہر ظہر کے وقت جمعرات کے دن چھبیس شوال ۵۸۱ھ کو دفن کیے گئے ، المقری نے ذکر کیا ہے کہ میں نے سنہ دس سو دس ھجری میں مراکش میں امام سہیلی کے مزار کی زیارت کی تھی[۱] ۔

شاعری :

امام ابوالقاسم کی حقیقی شہرت اپنے زمانے کے ایک ماہر لغت ، بلند پایہ نحوی اور مستند ادیب کی تھی مگر انھیں شہرت عام اور بقائے دوام سیرت نبوی از ابن ھشام کے شارح کی حیثیت سے نصیب ہوئی تاہم ان کی متنوع شخصیت کے چند ایک اور پہلو بھی ہیں جن میں عربی زبان میں شعر گوئی بہت نمایاں ہے ۔

سہیلی کے جو اشعار و قطعات دستیاب ہیں ان سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں ہے کہ اندلس کی عربی شاعری میں ان کو کیا مقام دیا جا سکتا ہے ، کم سے کم اتنی بات تو بلاخوف و تردد کہی جا سکتی ہے کہ وہ اندلس کے ان علماء و ادباء میں ایک ممتاز مقام پانے کے مستحق ہیں جو علوم و آداب اور انشاء پردازی کے ساتھ ساتھ شعر گوئی و شعر فہمی کا ذوق بھی رکھتے تھے ۔ سہیلی کے دستیاب ہونے والے کلام سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ مختلف موضوعات پر شعر کہتے تھے ۔

الرصافی الاندلسی ایک بلند پایہ اور پختہ فکر شاعر تھا اور سہیلی کے معاصرین میں سے تھا ، دونوں میں معاصرانہ چشمک تھی تاہم چھیڑ چھاڑ میں حد ادب سے

۱۔ امام سہیلی کے مفصل حالات کے لیے دیکھیے : (۱) الاستقصاء ۲ : ۲۱۱ (۲) بغیة الملتمس ، ۳۵۵ (۳) نفح الطیب ۲ : ۲۷۱ (۴) بغیة الوعاة ، ص ۲۹۹ (۵) تکملة ابن الابار ۲ : ۵۷۰ (٦) نکت الهمیان ، ص ۱۸۷ (۷) وفیات الاعیان ۱ : ۳۰۳ (۸) الدیباج (۹) النجوم الزاهرة (۱۰) شذرات الذهب (۱۱) المغرب فی حل المغرب (۱۲) المطرب ۔

مجاوز نہیں کرتے تھے بلکہ رصافی سہیلی کا بے حد احترام کرتا تھا ، اس سلسلے میں وہ کہتا ہے :

عفی اللہ عنی فانی امرؤ   اتیت السلامة من بابہا
علی أن عندی لمن ہاجنی   کنائن غصت بنشابہا
و لو کنت أرمی بہا مسلما   لکان السہیلی أولی بہا

ترجمہ: (۱) اللہ مجھے معاف فرمائے کیونکہ میں تو ایک ایسا شخص ہوں جو سلامتی کا اصلی راستہ ہی اختیار کرتا ہے -

(۲) تاہم جو مجھے بھڑکانے کی کوشش کرے گا اس کے لیے میرے پاس تیروں سے بھرے ہوئے ترکش موجود ہیں -

(۳) اگر یہ تیر میں کسی مسلمان پر چلاتا تو سہیلی ان کا سب سے زیادہ سزاوار تھا -

سہیلی بدیہہ گوئی میں بھی کمال رکھتا تھا ، موقع کی مناسبت سے شعر کہنے میں اسے کامل مہارت حاصل تھی . ایک مرتبہ کہیں صبح کے وقت کسی دوست سے ملاقات ہوئی ، اب قاعدے کے مطابق کہنا تھا : کیف اصبحت (آپ کی صبح کیسے ہوئی) مگر جلدی میں کیف امسیت (آپ کی شام کیسے ہوئی) کہہ گیا ، جب اسے غلطی کا احساس دلایا گیا تو فوراً فی البدیہہ عذر پیش کرتے ہوئے حسن تعلیل میں کمال دکھا دیا :

لئن قلت صبحاً کیف امسیت مخطئا   فما انا فی ذاک الخطأ بملوم
طلعت و افقی مظلم لفراقکم   فخلتک بدرا و المساء ہموسی

ترجمہ : (۱) اگر صبح کو غلطی سے میں نے کیف امسیت کہہ دیا ہے تو میری یہ خطا کسی ملامت کی سزاوار نہیں !

(۲) جب آپ نے طلوع فرمایا تو اس وقت آپ کی جدائی کے سبب میرا افق تاریک تھا ، تو اس لیے میں نے آپ کو چودھویں کا چاند اور اپنے غموں کو شام تصور کرتے ہوئے ایسا کہہ دیا !

سہیلی کا ایک حسین و جمیل شاگرد ہوا کرتا تھا ، وہ اکثر ان کے حلقہ تدریس میں شامل رہتا تھا ، سہیلی اسے بہت چاہتے تھے ، کسی وجہ سے درس میں حاضری کا یہ سلسلہ منقطع ہوگیا ، اتفاق سے ایک دن اسی شاگرد کے گھر کے سامنے سے سہیلی کا گزر ہوا ، کسی شرارتی نے از راہ مزاح سہیلی سے کہہ دیا کہ معلوم ہوتا ہے آپ روٹھے ہوئے شاگرد کے دروازے پر آئے ہیں ، سہیلی تڑپ اٹھا اور صدائے دل زبان پر رواں ہوگئی :

جعلت طریقی علی بابه   و ما لی علی بابه من طریق
و عادیت من أجله جیرتی   و آخیت من لم یکن لی صدیق
فان کان قتلی حلالا لکم   فسیروا بروحی سیرا رقیق

ترجمہ: (۱) میں نے اس کے در کو اپنی رہگذر بنا لیا ہے حالانکہ اس کے دروازے سے میرے راستے کا کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔
(۲) اس کی خاطر میں نے اپنے ہمسایوں کی دشمنی مول لی ہے اور ایک ایسے شخص سے بھائی چارہ کر لیا ہے جو میری دوستی کا دم ہی نہیں بھرتا۔
(۳) تو اگر میرے قتل کو تم حلال جانتے ہو تو پھر میری جان کو آرام آرام سے لے کر جانا۔

سہیلی کے کلام میں حسن تعلیل کی ایک مثال ابھی اوپر گزری ہے، معلوم ہوتا ہے وہ تفنن طبع کے طور پر محسنات لفظی اور تعلیلات باردہ کا بہت دلدادہ تھا، الفاظ کے پیچ و خم اور توجیہ و تعلیل کا کھیل متأدب شعراء کا ایک مقبول مشغلہ رہا ہے اس کی ایک مثال سہیلی کے ہاں اس طرح ملتی ہے کہ ہاں اور نہیں برابر و ہم معنی ہو جاتے ہیں[1]:

لما أجاب "بلا" طمعت بوصله   اذ حرف "لا" حرفان معتنقان
و کذا "نعم" بنعیم وصل آذنت   "فنعم"، و "لا" فی اللفظ متفقان

ترجمہ: (۱) جب اس نے جواب میں لا (نہیں) کہا ہے تو بھی میری امید و خواہش وصال قائم ہی رہی کیونکہ "لا" ایک ایسا لفظ ہے جس کے دونوں حرف تحریر میں آ کر باہم معانقہ کرتے نظر آتے ہیں۔
(۵) اسی طرح لفظ نعم (بمعنی ہاں) بھی دراصل نعمت وصل کا اعلان ہوتا ہے، تو اس طرح گویا نعم اور لا یعنی نہیں اور ہاں دونوں ایک ٹھہرے!

امام سہیلی کا یہ شعر تو اہل محبت کے مسلک کی وضاحت کے لیے خوب ہے[2]:

دمعی شهید أننی لم أنسهم   ان السلو علی المحب حرام

ترجمہ: میرے آنسو گواہ ہیں کہ میں انہیں بھول نہیں پایا بات یہ ہے کہ محب صادق کے لیے بھولنا تو ہے ہی حرام!

اندلس کے مسلمانوں کی بدنصیبی یہ رہی ہے کہ عرب و بربر کے نسلی جھگڑے اسلامی سلطنت کو بارہا متزلزل کرتے رہے اور نسلی اختلاف و عداوت کے نتیجے میں انہیں متعدد بار پسپا ہونا پڑا اور اسلامی بستیاں فرنگیوں کے ہاتھوں تاخت

۱- نفع الطیب ۲ : ۲۷۱ ، نکت الهمیان ۱۸۷ -
۲- نکت الهمیان، ص ۱۸۷ -

و تاراج ہوتی رہیں اور اندلس سے مکمل جلا وطنی سے پہلے مسلمان اندلسی شہروں کو بار بار ویران ہوتا اور اجڑتا دیکھتے رہے ، امام سہیلی کے قصبہ سہیل کے ساتھ بھی یہ کھیل کئی بار کھیلا گیا ، ایک مرتبہ فرنگی حملہ آوروں نے اسے تہس نہس کر دیا اور وہاں کے باسیوں کو تہہ تیغ کر ڈالا تھا ، خود سہیلی کے اہل و عیال بھی اس قتل و غارت کا شکار ہوگئے تھے ، انھیں جب پتہ چلا تو کسی کو ساتھ کر کے کرایہ کے جانور کے ذریعے سہیل پہنچے اور ویرانی پر آنسو بہاتے ہوئے گویا[1] ہوئے :

یا دار این البیض و الارام　　أم این جیران علی کرام
راب المحب من المنازل أنه　　حیا فلم یرجع الیه سلام
لما اجابی الصدی عنهم و لم　　یلج المسامع للحبیب کلام
طارحت ورق حمامها مترنما　　بمقال صب و الدموع سجام
یا دار ما صنعت بک الایام　　ضامتک و الایام لیس تضام

ترجمہ: (١) اے وطن ! وہ حسین غزلوں جیسی عورتیں اور نازک بچے کیا ہوئے یا میرے وہ پڑوسی کہاں گئے جو میرے لیے قابل احترام تھے ؟ !

(٢) گھروں کی اس بات نے عاشق وارفتہ کو پریشان کر ڈالا ہے کہ اس نے سلام کیا تو اس کے سلام کا جواب نہ دیا گیا ! !

(٣) گھر والوں کی جگہ جب ویرانوں کی گونج سنائی دی اور کانوں میں محبوب کی آواز رس گھولنے سے قاصر رہی تو - - -

(٤) میں نے وہاں کی کبوتری کے درد بھرے گیتوں کے ساتھ آواز ملائی اور عاشق زار کی بات کہہ ڈالی جب کہ آنسو بہے جا رہے تھے -

(٥) اے گھر ! تیرے ساتھ زمانے نے ظلم کرکے کیا کیا ہے ہاں اس ظالم زمانے پر کون ظلم کر سکتا ہے ؟ !

امام ابوالقاسم سہیلی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ عینیہ قصیدہ تو مسلمان صوفیوں اور زاھدوں کے لیے ورد زبان بن گیا ہے جو انھوں نے اپنے خالق حقیقی سے مناجات کے لیے تخلیق کیا ، ان اشعار میں بندۂ مومن کی طرف سے اپنے قادر مطلق کے حضور جس رنگ اور جس انداز میں عاجزی کی گئی ہے ، اس کے الفاظ میں جو لوچ ، روانی اور جاذبیت ہے اور ان کے زیر و بم میں جو روحانی و معنوی سرور ہے اس کی نظیر ادعیہ و مناجات کے ضمن میں اور کہیں مشکل سے ہی ملے گی -

---

١- المغرب فی حلی المغرب ١ : ٤٤٨ -

ابو الخطاب ابن دحیہ ایک بلند پایہ محدث و عالم تھے ، مشہور ایوبی سلطان الملک الکامل نے دارالحدیث الکاملیۃ دمشق انھی ابن دحیہ کی خاطر قائم کیا تھا ، وہ امام سہیلی کے شاگردوں میں سے تھے اور یہ قصیدہ بھی سہیلی سے انھوں نے ہی نقل کیا ہے ، وہ فرمایا کرتے تھے کہ ان اشعار کے ذریعے میں نے اللہ سے جو دعا کی قبول ہوئی اور جو مانگا وہ پایا ، وہ اپنے متوسلین و متعلقین کو بھی ان دعائیہ اشعار کے ذریعے دعا کی تلقین کیا کرتے تھے ، سیوطی نے نقل کیا ہے کہ قاضی عز الدین ابن جماعہ کو علامہ محی الدین نووی کی ایک تحریر ملی تھی جس میں لکھا تھا کہ جس نے ان اشعار کے ذریعے جو دعا مانگی وہ قبول ہوئی ، امام سہیلی کا یہ عینیہ قصیدہ یوں ہے[1] :

یا من یری ما فی الضمیر و یسمع   انت المعد لکل ما یتوقع
یا من یرجی للشدائد کلھا   یا من إلیه المشتکی و المفزع
یا من خزائن رزقه فی قول کن   امنن فان الخیر عندک أجمع
ما لی سوی فقری الیک وسیلة   و بالافتقار الیک ربی أضرع
ما لی سوی قرعی لبابک حیلة   فلئن رددت فای باب أقرع
و من الذی أدعو و أهتف باسمه   ان کان فضلک عن فقیرک یمنع
حاشا لجودک أن تقنط عاصیا   الفضل أجزل و المواهب أوسع

ترجمہ : (۱) اے وہ ذات پاک ! جو دل کے بھید دیکھتا اور سنتا ہے ، ہر متوقع چیز کا تیار کرنے والا کارساز تو صرف تو ہی ہے !

(۲) اے وہ ذات پاک ! جو تمام مشکلات و مصائب میں صرف وہی مرکز و سرچشمہ امید ہے - اے وہ ہستی کہ شکایت سننے والا اور ماوی و ملجا صرف وہی تو ہے !

(۳) اے وہ قادر مطلق ! جس کے رزق کے خزانوں کی چابی صرف کن فیکون ہے ! تو ہی احسان فرما کہ بھلائی صرف تیرے پاس ہی تو ہے !

(۴) تجھ تک رسائی کے لیے فقر و محتاجی کے سوا میرا اور کوئی وسیلہ نہیں ہے ! اے میرے پروردگار ! میں اسی فقر اور محتاجی کے سہارے ہی تجھ سے آہ و زاری کر رہا ہوں !

(۵) تیرا دروازہ کھٹکھٹانے کے سوا میرے لیے اور کوئی چارہ نہیں ! اگر میں اس دروازہ سے بھی واپس کر دیا گیا تو پھر میں کون سا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا ! ؟

۱- نفح الطیب ۱ : ۵۲۸ ، وفیات الاعیان ۱ : ۳۰۲ ، نکت الھمیان ، ص ۱۸۷ بغیة الملتمس ، ص ۳۵۵ ، بغیة الوعاة ، ص ۲۹۹ ، تکملة ۲ : ۵۷۱ -

(٦) اگر تیرا فضل و رحمت اپنے بندۂ محتاج کے لیے ممنوع ہے تو پھر میں اور کس سے مانگوں ؟ کسے پکاروں !

(۷) تیرے بحر کرم و سخاوت کو یہ زیب ہرگز نہیں دیتا کہ تو ایک گنہگار کی دعا کو ناامیدی میں بدل دے گا ، تیرا فضل تو بے پایاں ہے اور تیری بخششیں تو بے حد و حساب ہیں ! !

الروض الانف :

امام ابو القاسم السہیلی رحمۃ اللہ علیہ کو تذکرہ نگاروں نے ایک نحوی اور ماہر علوم عربیہ کی حیثیت سے متعارف کرایا ہے[1] اور ان کے متعدد اشعار و قطعات درج کر کے ان کی شاعریت پر بھی مہر تصدیق ثبت کرنے کی کوشش کی ہے لیکن انھیں حقیقی شہرت اور بقائے دوام تو الروض الانف (باغ ناچریدہ) کے طفیل نصیب ہوئی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کی شرح ہے ، یہ کتاب بلاشبہ سہیلی کا سب سے بڑا بلکہ عظیم الشان کارنامہ ہے ۔

اسلامی اندلس میں جو کتابیں بہت زیادہ مقبول ہوئیں اور مسلمانان اندلس کی توجہ کا مرکز بنی رہیں ان میں سے ایک السیرۃ النبویۃ لابن ھشام بھی ہے[2] ، یہ بات محتاج وضاحت نہیں کہ سیرۃ ابن ھشام مشرق و مغرب بلکہ ہر گوشہ عالم میں سیرت نبوی کے اولین و مستند مآخذ میں سرفہرست ہونے کے باعث اہل علم کی توجہات کا مرکز رہی ہے ، اندلس کے اہل علم اس کتاب کی نقول تیار کرتے ، علماء سے اس کی روایت کی سند اجازت حاصل کرنے میں کوشاں رہتے ، اس کی تدریس کو بہت اہمیت دیتے اور اس کے مشکل مقامات کی توضیح اور تشریح پر اپنی علمی صلاحیتیں صرف کرتے ۔

اندلس کی مشہور درسگاہوں میں سیرت ابن ھشام کی روایت کی سند جن علماء کے ذریعے پہنچی ان کے نام محفوظ رکھنے اور ان کے استعمال میں رہنے والے خطی نسخوں کے حصول کو بھی بڑی اہمیت دی جاتی تھی چنانچہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ تک سیرت ابن ھشام کی سند چار راستوں سے پہنچی[3] :

۱۔ السہیلی عن ابی بکر ابن العربی عن ابی الحسن القرافی الشافعی عن ابی محمد بن النحاس عن ابی محمد عبداللہ بن جعفر ابن الورد عن ابی سعید عبدالرحیم البرقی عن أبی محمد عبدالملک بن ھشام المعافری المصری صاحب السیرۃ النبویۃ ۔

۱۔ الدیباج المذھب ، النجوم الزاھرۃ ، شذرات الذھب ۔

۲۔ فھرسۃ ابن خیر الاشبیلی ، ص ۱۲٦ ۔

۳۔ حوالہ سابق ، الروض الانف ، ص ۳ ۔

۲۔ السهیلی عن ابی مروان عبدالملک بن سعید بن بونة العبدری عن ابی بحر سفیان بن العاص الاسدی عن ابی الولید هشام بن احمد الوقشی عن ابی عمر احمد بن محمد الطلمنکی عن ابی جعفر احمد بن عون الله البزاز عن ابی محمد عبدالله ابن محویه البغدادی عن ابی سعید البرق عن ابن هشام المعافری ۔

۳۔ السهیلی عن ابی مروان العبدری عن ابی بکر بن برال عن الطلمنکی عن البزاز عن البرق عن المعافری ۔

۴۔ السهیلی عن ابی بکر محمد بن طاهر الاشبیلی عن ابی علی الغسانی عن ابی عمر النمری عن الطلمنکی عن البزاز عن المعافری ۔

سہیلی کی کتاب کا نام اس طرح ذکر کیا گیا ہے : "کتاب الروض الانف فی تفسیر ما اشتمل علیه أحادیث السیرة النبویة لابن هشام" لیکن یہ صرف سیرت ابن ہشام ہی کی شرح نہیں ہے بلکہ یہ سیرۃ ابن اسحاق کو بھی شامل ہے اور اس کی تائید الروض الانف کی داخلی شہادت کے علاوہ ان دو باتوں سے بھی ہوتی ہے :

۱۔ کتاب کے دیباچے میں سہیلی کے ان لفاظ سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے کہ شارح کے پیش نظر سیرۃ ابن اسحاق اور سیرۃ ابن ہشام دونوں تھیں[1] :

"و بعد فانی قد انتحیت فی هذا الاملاء بعد استخارة ذی الطول و الاستعانة بمن له القدرة والحول الی ایضاح ما وقع فی سیرة رسول الله صلی الله علیه وسلم التی سبق الی تالیفها ابو بکر محمد بن اسحاق المطلبی ، و لخصها عبدالملک بن هشام المعافری المصری . . ." ۔

یعنی : "اللہ صاحب قدرت و اختیار کی استعانت و استخارہ کے بعد اس املاء میں میں نے جو طریقہ اختیار کیا ہے اس سے وضاحت مقصود ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سیرت کی جسے پہلے ابو بکر محمد بن اسحاق المطلبی نے تصنیف کیا تھا اور بعد میں عبدالملک بن ہشام المعافری المصری نے اس کی تلخیص کی تھی" ۔

سہیلی اپنے دیباچے کے بعد پہلی فصل میں "مصنف کتاب" کی حیثیت سے ابن اسحاق کا تعارف کراتا ہے چنانچہ "نبدأ بالتعریف بمؤلف الکتاب" (مصنف کتاب کے تعارف سے بات شروع کرتے ہیں) کہہ کر ابو بکر محمد بن اسحاق بن یسار المطلبی المتوفی ۱۵۱ھ کا تعارف پیش کرتا ہے ، پھر ابن اسحاق کے ان شاگردوں کا تذکرہ کرتا ہے جو سیرت ابن اسحاق کی روایت کیا کرتے تھے جیسے یونس بن بکر شیبانی ، محمد بن فلیح البکائی ، ابراهیم بن سعد اور سلمہ بن الفضل الاسدی ۔

۱۔ الروض الانف ، ص ۳ ۔

ان تلامذہ کے اجمالی تذکرے کے بعد ابو محمد زیاد بن عبداللہ القیسی العامری البکائی کا خصوصی تذکرہ کرتا ہے کیونکہ وہ نہ صرف ابن اسحاق کا شاگرد تھا بلکہ ابن ھشام کا استاد بھی تھا ، ابن ھشام نے اسی البکائی سے ابن اسحاق کی کتاب المغازی و السیر روایت کی اور پھر اس کی تلخیص و تہذیب کا عظیم الشان کارنامہ انجام دیا۔

امام سہیلی کے تذکرہ نگاروں نے تصریح کی ہے اور خود انھوں نے بھی الروض الانف میں جا بجا اشارات کیے ہیں جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس کتاب کی بسط و ترتیب میں انھوں نے سو اور سوا سو کے درمیان امہات الکتب سے استفادہ کیا[1] تمام اہل علم نے اس کی تعریف کی ہے اور مصنف کی دقت و وسعت نظر کو خراج تحسین پیش کیا ہے ، قابل ذکر بات یہ ہے کہ سہیلی نے اس ضمن میں جس دیانت اور امانت سے کام لیا ہے وہ قابل ستائش بھی ہے اور قابل لحاظ بھی ، ایک نابینا عالم ہوتے ہوئے بھی کوئی بات کسی حوالے اور متن کو سامنے رکھے بغیر نہیں املاء کرائی تاہم جہاں کہیں کوئی حوالہ اصل شکل اور متن کے ساتھ سامنے موجود نہیں تھا تو اس کی صراحت کرتے چلے گئے ہیں کہ یہ میں اپنے حافظے سے املاء کرا رہا ہوں اصل متن سامنے نہیں ہے !

صاحب نکت الھمیان نے الروض الانف کی تعریف میں جو جملہ لکھا ہے وہ بہت دلچسپ[2] ہے : ''وھو کتاب جلیل جود فیه ما شاء !'' (یعنی یہ ایک ایسی عظیم کتاب ہے جس میں سہیلی نے تجوید و تحسین کی تمام صلاحیتیں صرف کر دی ہیں) ابن الابار کا قول یہ[3] ہے کہ : ''و ھو اجل توالیفه دل به علی سعة حفظه و متانة علمه'' - (یہ ان کی سب سے عظیم تالیف ہے جو ان کے وسیع حافظے اور علم میں پختگی و رسوخ کی دلیل ہے) -

الروض الانف کے جدید ترین مصری ایڈیشن کے محقق نے بھی امام سہیلی کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے اور کہا ہے کہ انھوں نے متقدمین کی آراء کو نقل کرتے وقت جس زبردست صداقت و امانت کا مظاہرہ کیا ہے اس سے دلوں میں ان کی عظمت و احترام بہت بڑھ جاتی ہے ، محقق کے یہ الفاظ ہماری توجہ چاہتے ہیں[4] :

ثم ھو من تالیف امام اندلسی کبیر ذھبت آراؤہ فی دین کثیر من الناس مذھب

۱- الروض الانف ، نکت الھمیان، ص ۱۸۷، تکملہ ۲/۱/۲ -
۲- نکت المیان ، ص ۱۸۷ -
۳- تکملہ ۲/۱/۵ -
۴- مقدمة الروض الانف جدید مصری ایڈیشن -

الحجة الناصعة التی لا یجوز ان تتلقی الا بالاذعان و مذهب البرهان الذی یشع منه فلق الصبح الوضی ، امام بسط سلطانه القوی علی الکثیر من ائمة الدین فی عصره لما ذهب الیه فی کتاب الروض الانف الهیمنة علی من قاموا بشرح السیرة أو الحدیث عنها بعده لأنه احتشد لهذا الکتاب بکل ما کان علیه من علم و ذکاء و معرفة و ریفة فأدوعه کل هذا فکان أشبه بدائرة معارف فی السیرة و التاریخ و الحدیث و الفقه و النحو و اللغة :

یعنی : ”یہ کتاب ایک ایسے اندلسی امام کی تصنیف ہے جن کی آراء بہت سے لوگوں کے عقیدے کے مطابق واضح حجت کی حیثیت اختیار کر چکی ہیں جنھیں مانے بغیر کوئی چارہ نہیں ، یہ آراء ایک ایسے مدلل مسلک کی حیثیت بھی رکھتی ہیں جس سے صبح روشن کی ضو باشیاں پھوٹتی نظر آتی ہیں ، وہ ایک ایسے امام ہیں کہ الروض الانف میں بیان کردہ آراء کو نہ صرف اپنے عہد کے ائمہ بلکہ بعد میں آنے والوں پر اپنی دھاک بٹھا دی ۔ ان کے بعد آنے والے سیرت نبوی کے شارحین اور مصنفین پر بھی ان آراء کا غلبہ رہا ، کیونکہ انھوں نے اس کتاب میں اپنا تمام علم و ذہانت اور ذہن و دماغ کی زرخیزی یک جا کر کے اس کتاب میں سمو دی ہے اس لیے اب یہ کتاب سیرت ، تاریخ ، حدیث ، فقہ ، نحو اور لغت کا ایک دائرۂ معارف بن گیا ہے !“ ۔

سہیلی نے خود الروض الانف کے تعارف کے ضمن میں کہا ہے کہ :

هو ایضاح ما وقع فی سیرة رسول الله صلی الله علیه وسلم التی سبق الی تالیفها ابو بکر محمد بن اسحاق المطبلی و لخصها عبدالملک بن هشام المعافری المصری النسابة النحوی مما بلغنی علمه و یسیرلی فهمه من لفظ غریب او اعراب غامض او کلام مستغلق او نسب عویص او موضع فقه ینبغی التنبیه علیه او خبر ناقص یوجد السبیل الی تتمته :

یعنی : ”یہ کتاب شرح ہے سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو سب سے پہلے ابو بکر محمد بن اسحاق نے تصنیف کی تھی پھر اس کی تلخیص مشہور مصری ماہر انساب و نحو عبدالملک بن ہشام المعافری نے کی تھی جس کا علم مجھ تک پہنچا اور فہم ممکن ہوا جیسے غریب الفاظ ، مشکل و غامض اعراب و کلام یا نسب کی الجھن اور سمجھنے کی بات ہو ، جس پر تنبیہ ضروری تھی یا ناقص واقعہ جس کی تکمیل کی صورت ہو سکتی تھی ۔